مولانا میرک شاہ اندرابی کشمیری

خاندانی حالات

مولانا میرک شاہ کے جدِ اعلیٰ پیکر علم و عرفاں سید احمد اندرابی کا اصلی وطن اندراب جو کہ افغانستان کا ایک سرسبز شاداب شہر ہے، کے رہنے والے تھے۔ مولانا سید میرک شاہ کے اسلاف کی کشمیر میں آمد کا تعلق حضرت امیر کبیر شاہ ہمدان کی ذات گرامی اور سرزمین کشمیر میں ان کی تشریف آوری سے ہے۔ سرزمین کشمیر اپنی آب و ہوا کی نفاست، مناظر قدرت کی عالمگیر شہرت اور دیگر بہت سے محاسن کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور بھی ہے اور جاذب توجہ بھی۔ یہ سرسبز و شاداب وادی ہمیشہ علوم و معارف کا گہوارہ اور بزرگانِ خدا پرست کا مسکن رہی ہے۔

کوئی چھ سو سال پہلے جب یہاں کے لوگوں میں اخلاقی پستی، روحانی گراوٹ، بے راہ روی اور غیر انسانی اطوار پیدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی بن شہاب الدین ہمدانی کے لئے مقرر کیا۔ البتہ پہلی مرتبہ ۷۷۴ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ سینکڑوں بندگانِ خدا آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت امیر نے اہل کشمیر کو اخلاقی و روحانی پستیوں سے نکال کر خوش بختی اور سعادت کے بام عروج تک پہنچایا۔

شہر اندراب میں سید احمد اندرابی جو کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، حضرت امیر کبیر کے جان نثار تھے۔ جب حضرت امیر کبیر نے کشمیر کے سفر کا ارادہ فرمایا تو اپنے برخوردار، گرامی اطوار بھتیجے کو رفیق سفر بنا لیا چنانچہ اس طرح سید احمد اندرابی شاہ ہمدان کی معیت میں اندراب سے کشمیر لیے آئے کہ کشمیر ہی کے ہو کے رہ گئے۔ آپ کا تذکرہ کشمیر کی تاریخوں میں نمایاں طور پر کیا گیا ہے۔ مشہور مورخ کشمیر شیخ عبدالوہاب شائق نے آپ کا تعارف اپنی تاریخ میں اس طرح کیا ہے۔

حسینی نسب سید احمد بنام | کہ بوداست از اولیائے کرام
ریاران امیر کبیر است او | بزہد و ورع بے نظیر استاد
حسینی نسب بود آن پاک تن | حسب داشتش چوں امام حسن
ز سید چہ گویم کہ چوں بودہ است | کمالاتش از حد بیرون بودہ است

سید احمد اندرابی نے اپنے ماحول کے دوش بدوش تبلیغ حق اور اصلاح خلق کے اہم کام میں ہمہ تن مصروف رہے جب حضرت شاہ ہمدان نے اپنا فرض منصبی ابلاغ عام اور خلوص تام سے پورا کرکے واپسی کا ارادہ کیا تو تو دوسرے خدا پرست بزرگوں کے ساتھ اپنے خواہرزادے کو بھی اصلاحی مشن کی تکمیل کے لئے کشمیر ہی میں مستقل سکونت کی تلقین فرمائی۔ اس حکم کی تعمیل میں آپ نے ... محلہ ملاشہ میں سکونت اختیار کرلی ہے آپ کے مسلم علم و فضل اور ولایت کے اعلیٰ مقام کے پیش نظر سلطان سکندر نے آپ کے لئے اسی محلہ میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی جو خانقاہ اندرابیہ کے نام سے مشہور ہے[1]

مولانا میرک شاہ اندرابی کے والد ماجد کا نام سید شاہ مصطفیٰ تھا۔ جو اپنے وقت کے مشائخ عظام میں شمار ہوتے تھے مولانا میرک شاہ ماہ صفر المظفر ۱۳۰۶ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے چونکہ اسی مہینے کی پانچ تاریخ کو آپ کے جد امجد حضرت شیخ و سید محمد میرک اندرابیؒ کا یوم وصال بھی ہوتا ہے اسی مناسبت سے اس وقت کے بزرگان خاندان نے آپ کا نام میرک شاہ رکھ دیا تھا۔

ولادت و تعلیم:

مولانا سید میرک شاہ کا سن ولادت ۱۳۰۶ھ ہے۔ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں مولانا نے پورا قرآن مجید حفظ کیا۔ اس سے پہلے ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں بعمر پندرہ سولہ سال ان کی شادی اپنے ہی خاندان کے ایک بزرگ میر سید محمد مقبول اندرابی کی صاحبزادی سے ہوئی۔

حفظ کلام اللہ سے فراغت پانے تک آپ نے کوئی اردو، فارسی یا عربی رسالہ نہیں پڑھا بلکہ ہمہ تن اسی کار محمود میں مشغول رہے اس سے فراغت پانے کے بعد اپنے بزرگ بہنوئی مولانا احمد سعید اندرابی سے علم صرف میں، صرف ہوائی اور علم فقہ میں خلاصہ کیلانی اور اپنے والد ماجد سے کریما اور نام حق پڑھی۔

---

[1] ہمارا ادب مشاہیر نمبر، جلد دوم، ۸-۱۹۷۷ء جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز سرینگر ص ۲۲ تا ۲۳

درمیانی درجہ کی تعلیم میں آپ نے مولانا سید احمد سعید اندرابی مذکور مولانا مفتی محی الدین فتح کدلی اور مولانا محمد حسین وفائی سے صرف، نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث و تفسیر اور معانی بیان کی کچھ بنیادی کتابیں کمال ذوق و شوق سے پڑھیں ان اساتذہ کرام نے آپ کو بڑی محبت اور شفقت سے پڑھایا اور آپ نے اس درمیانی درجہ کی تعلیم میں امتیازی درجہ حاصل کیا، لیکن اس کے بعد بھی آپ ماہیٔ بے آب کی طرح اعلیٰ تعلیم کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات :

حسن اتفاق سے حضرت شیخ الحدیث، علامۂ بے نظیر مولانا محمد انور شاہ، دارالعلوم دیوبند سے اپنے آبائی گاؤں درنو (وادی لولاب) کچھ مدت کے لئے تشریف لائے۔ مولانا سید میرک شاہ اندرابی فوراً ان کی خدمت میں پہنچے، حضرت علامہ نے اُن کی صلاحیتِ علمی اور استعداد امتیازی کو فوراً بھانپ کر دارالعلوم دیوبند حاضر ہونے اور اعلیٰ علوم و فنون حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس زمانہ میں سرینگر سے باہر قدم رکھنا بڑا مشکل کام تھا لیکن آپ کے ذوق و شوق علمی نے یہ مراحل طے کرنے میں مہمیز کا کام کیا اس علمی سفر میں آپ کے رفیق سفر میر واعظ مولانا یوسف شاہ بھی تھے چنانچہ دونوں جویائے علم دیوبند جا پہنچے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی خاص توجہات اور دوسری منفرد شخصیتوں کے مالک اساتذہ کرام کی نظرِ کیمیا اثر سے آپ نے کم و بیش سات سال تک اس ممتاز درس گاہ میں کوثرِ علم کے جام لنڈھائے۔ مولانا عبدالکبیر ریبا سابق [illegible] العلوم حضرت بل بھی اس زمانے میں دارالعلوم کے طالبعلموں میں شامل تھے مولانا مرحوم کا بیان ہے کہ مولانا سید میرک شاہ ہم سے اگلی جماعت کے ممتاز طالب علم تھے۔

مولانا نے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد اعلیٰ امتیاز کے ساتھ علومِ منقولہ و معقولہ میں خاص پوزیشن حاصل کے ساتھ فراغت کی سند حاصل کی۔ اسی دوران اساتذہ کرام کے مشورہ سے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں ۱۹۱۹ء میں شمولیت کی اور یونیورسٹی بھر میں اول آئے، جس نے نتیجہ میں یونیورسٹی نے آپ کو طلائی تمغہ کے ساتھ تیس روپے ماہانہ وظیفہ برائے ایک سال جاری کر دیا۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے منشی فاضل کے امتحان میں شمولیت کی کہ پہلے ہی دن اپنے والدِ محترم کے انتقال پُرملال کی بذریعہ تار اطلاع ملی۔ لیکن باوجود اس صبر آزما رنج و غم کے، آپ نے امتحان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور بالآخر کامیابی حاصل کی۔

عملی زندگی : ۱۹۲۰ء سے ہی آپ کی علمی و عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ آپ کے موقر اساتذہ کرام اور

دارالعلوم کے اربابِ اہتمام کی تجویز سے دارالعلوم دیوبند ہی میں آپ کو مدرس اور نائب مفتی کی حیثیت سے نادر علمی خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ ازاں بعد جامعہ امدادیہ مراد آباد میں تدریسی خدمات کے علاوہ صدر مفتی کے طور پر بھی کام کیا اور افتاء کے عظیم منصب کو چار چاند لگائے۔

مراد آباد میں ہی اپنی رہائش گاہ کے قریب مفتی ٹولہ کی عالی شان مسجد میں روزانہ آپ کا درس تدریس ایسے حقائق و معارف پر مشتمل ہوتا تھا کہ بڑے بڑے فضلاء اہل علم اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات بڑے شوق کے ساتھ حلقۂ درس میں شامل ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے تبلیغی کالج کرنال میں بحیثیت صدر شعبۂ اسلامیات میں خدمات انجام دیں۔ دارالعلوم مئو (اعظم گڑھ) جامعہ مدنیہ لاہور کے علاوہ حیدر آباد اور سندھ وغیرہ مختلف مقامات پر کہیں صدر المدرسین، کہیں شیخ الحدیث اور اعلیٰ معیاری علمی مجالس کے صدر و ناظم کی حیثیت سے علمی و دینی خدمات کو بحسن و خوبی انجام پذیر کیا۔

راجپوتانہ میں فرقہ پرست جماعتوں نے ایک طوفان برپا کر کے منظم طور پر مذہب کی تبدیلی کا زور دار پرچار اجتماعی صورت میں شروع کر دیا۔ اس سے کشیدگی اور منافرت کے زہریلے اثرات کا پیدا ہو کر وسیع پیمانے پر پھیلنا ناگزیر امر تھا۔ اس تحریک سے عموماً مسلمان ہی متاثر ہوتے تھے اور اس طرح اسلامی جذبات کو ٹھیس لگتی تھی۔ یہ انگریزوں کا دورِ حکومت تھا۔ مسلمانوں نے دانشمندی سے ملک کے گوشے گوشے علماء و فضلاء کی جماعتیں، اس فتنہ کی روک تھام کے لئے روانہ کیں۔ دارالعلوم دیوبند اور جمعیت العلمائے ہند نے بھی ایک بڑا مشترکہ وفد مشتمل بر علماء و مبلغین وہاں روانہ کیا۔ اس وفد کی قیادت مولانا میرک شاہ اندرابی کے سپرد ہوئی مولانا نے وہاں کی مخلوق خدا کی رہنمائی کی۔

مشنریوں کے خلاف علاقہ گریز میں مہم:

علاقہ گریز کی پسماندہ مسلم آبادی پر عیسائی مشنریوں نے لالچ اور دوسرے نامناسب ذرائع سے ارتداد کا جال بچھایا۔ اس سازش کا سرغنہ انگریز مشنری "رابرٹ سن" نامی پادری تھا۔ اس نے تعلیم و تعلم کے پردے میں مرکوٹ گاؤں میں ایک پرائمری اسکول بھی قائم کیا جس میں سلام الدین نامی مدرس مقرر کیا اُسے مشنری فنڈ سے تنخواہ ملتی تھی۔ جب یہ سازش منظر عام پر آئی تو اس نازک ترین موقع پر اصلاح و تبلیغ کا ابتدائی کام پیر غلام احمد علوی مرحوم نے کمال دانشمندی اور اخلاق کریمانہ سے سازشی کردار سے بالاتر ہو کر انجام دیا۔ اور فوراً مولانا مرحوم سے رابطہ قائم کر کے اُن کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ پھر دونوں بزرگوں نے مل کر وہ

تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ مستری برادری کی سال ہا سال کی خفیہ کارستانیوں پر پانی پھر گیا۔ اسکول بچوں سمیت ایک دینی درسگاہ میں تبدیل ہو گیا۔ تمام لوگ تائب ہو کر اپنے محبوب مسلک پر واپس آ گئے۔ درسگاہ کے مصارف کے لئے جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر سے مالی امداد بھی فراہم ہو گئی۔ اس درسگاہ کے علاوہ "بلڈون" میں بھی ایک مکتب جاری ہو گیا اس سے بھی تعلیمی اور اخلاقی پسماندگی کو دور کرنے میں مدد ملی۔

موضع مذکورہ تحصیل خاص میں کچھ لوگ ایسے بھی آباد تھے جن کا معاشرے میں کوئی مقام نہ تھا وہ کسی مذہبی برادری میں بھی باضابطہ طور پر شامل نہ تھے، ان کو کشمیری زبان میں "ڈھیشرہ" کہا جاتا تھا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ مردہ مرغوں کو بھی کھا لیا کرتے تھے۔ مولانا مرحوم ایک مرتبہ سیدہ پور پہنچے، ایک دن سیر کرتے ہوئے ان کی بستی میں چلے گئے، ان کے ہاں ایک بیمار تھا ان سے اظہار ہمدردی کیا اور حکیمانہ انداز میں ان کے سامنے اسلام کا نظریہ پیش کیا۔ مولانا کی ایک ہی تقریر سن کر یہ بستی اسلام کی آغوش رحمت میں آ گئی۔ مولانا نے ان کے لئے چھوٹی سی مسجد تعمیر کروائی اور ایک دینی درسگاہ بھی قائم کی جو مدت تک چلتی رہی۔ مدرس کی تنخواہ مولانا ماہ بماہ ادا کرتے تھے۔

فنِ طب:

مولانا کو فنِ طب میں استادانہ مہارت حاصل تھی، علمی اور عملی دونوں صورتوں میں کامل دستگاہ رکھتے تھے آپ کے شاگردوں میں اچھے اچھے کامل اطباء گزرے ہیں قانونِ شیخ الرئیس بوعلی سینا اس فن کی مشہور اور دقیق کتاب ہے سیدپور کے زمانہ قیام میں آپ کا قانونِ شیخ الرئیس کا درس ہوتا تھا۔ آپ کا درس اور نسخے تیر بہدف ہوتے تھے نسخے قیمت میں بہت سستے ہوتے تھے۔

ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ حکومت نے انجمن سازی اور تنظیموں کے قیام پر ریاست بھر میں پابندی لگا رکھی تھی مگر مولانا کبھی ان قانونی پابندیوں سے بے بس نہیں ہوئے۔ ہمیشہ اپنی خداداد ذہانت و فراست سے کام لیا ایک تبلیغی تنظیم کا نام "دفتر حفاظتِ اسلام" رکھا اور اس میں انجمن کے لفظ سے گریز ایک قانونی نقطہ تھا۔ اس تنظیم کے تحت علاقہ گریز کا فتنہ ارتداد نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ دبا دیا گیا۔

فریضہ نماز کی تبلیغ کے لئے "پیام انجمن تحفظِ نماز و سترِ مستورات" کے نام سے ایک تنظیم بنائی اس تنظیم کو چلانے کا کام اپنے مخلص دوست مولانا آزاد قریشی مرحوم کے سپرد کیا۔ اس زمانے میں عورتیں عام طور پر جامہ نہیں پہنتی تھیں (کیونکہ ان کا کرتا لمبا ہوتا تھا جسے کشمیری میں "پھرن" کہا جاتا تھا) اس تنظیم کے ذریعے ان کو پاجاموں کی

استعمال کی ضرورت سے آگاہ کیا گیا۔ جس سے نماز اور ستر مستورات کا جگہ جگہ پرچار ہو گیا۔

سوپور میں مولانا کے علمی وسماجی کارنامے:

۱۹۲۰ء سے ہی اپنی علمی زندگی میں ان کا مستقل اور پسندیدہ خاطر مشغلہ علوم حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ وہیئت وغیرہ کی تدریس وتعلیم کا رہا وہ اپنے وطن میں ایک دارالعلوم قائم کرنا چاہتے تھے، بہت غور وفکر کے بعد انہیں سوپور کی سرزمین زرخیز نظر آئی انہوں نے وہاں کے مخیر حضرات اور علم دوست افراد کے تعاون سے "انجمن معین الاسلام" کی بنیاد ڈالی۔ جس کے علمی افادات کے جیتے جاگتے نمونے موجود ہیں۔ مولانا یہاں ایک معیاری دارالعلوم قائم کرنا چاہا۔ اس کا ابتدائی ڈھانچہ تیار ہو گیا تھا۔ لیکن دوسری اہم ذاتی اور قومی مصروفیات کی وجہ سے وہ اس طرف پوری توجہ نہ دے سکے۔ تاہم اراکین انجمن کی مساعی سے انجمن کے تحت جدید مروجہ تعلیم کے کئی ادارے قوم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ سوپور کی جامع مسجد اور عیدگاہ بھی مولانا مرحوم کی ہی یادگاریں ہیں

سیاسی زندگی

مولانا زمانۂ طالب علمی ہی سے سیاست میں دلچسپی لیتے تھے اور چوٹی کے سیاسی رہنماؤں سے میل جول رکھتے تھے۔ متحدہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا ایک سرچشمہ دارالعلوم دیوبند تھا۔ آزادئ ہند کی تحریک کے بانی شیخ الہند مولانا محمود الحسن تھے جس کی پاداش میں ان کو اور ان کے رفقا مدت تک مالٹا میں اسیر رہے۔

مولانا سید میرک شاہ بھی مادر وطن کشمیر کے عوام کی غلامانہ زندگی سے بہت رنجیدہ اور مغموم رہتے تھے، غیر منقسم ہندوستان میں جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو اس میں مولانا آزاد، علی برادران، مولانا حسرت موہانی وغیرہ نے حصہ لیا مولانا سید میرک شاہ نے بھی اس تحریک کو کشمیر میں شروع کیا اور اس کی قیادت کی اس تحریک میں آپ کو میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کا سرگرم تعاون بھی حاصل رہا۔

تحریک آزادی کے سلسلہ میں مولانا سید میرک شاہ کو جلا وطن بھی ہونا پڑا

تحریک حریت (۱۹۳۱ء) کے لئے تحریک خلافت ایک اچھی ابتداء اور تمہید تھی چنانچہ جب ۱۹۳۱ء کی تحریک آزادی باضابطہ طور پر سامنے آئی تو مولانا مرحوم نے اس میں قائدانہ رول ادا کیا دوسرے قائدین کے دوش بدوش کام کیا۔ تحریک کو چلانے والے اراکین خصوصًا شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ آپ کے پاس مشوروں کے لئے آتے۔ بالآخر تحریک کشمیر نے زور پکڑا، حکومت تشدد پر اتر آئی، شیر کشمیر اور دیگر اہم کارکنوں کو قلعہ بند

کر دیا آزادی کی تڑپ اور مایوسی کے ملے جلے جذبات نے آزادی کے دلدادوں کو بے چین بنا دیا تھا۔ ایسے نازک ترین وقت میں مولانا سید میرک شاہ نے اعلان عام کر کے شاہی مسجد میں ایک برجستہ اور ولولہ انگیز تقریر کی جس میں سامعین کے دلوں میں سیاسی شعور نے ایسی انگڑائی لی کہ تمام پژمردہ دل جوش اور ولولے سے لبریز ہو گئے۔ راہنماؤں کی گرفتاری اور ظلم و تشدد سے پیدا شدہ خوف و ہراس کافور ہو گیا۔ مولانا نے اسی طرح تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا جو پندرہ بیس دن تک جاری رہا جس میں ہزاروں لوگ شرکت کرتے چنانچہ حکومت نے کچھ مدت بعد شیر کشمیر اور ان کے رفقاء کو جیل سے رہا کر دیا[1]

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت مولانا پاکستان میں ہی مقیم تھے۔ آپ کو مرحوم خان لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان اور خواجہ ناظم الدین نے اچھے مناصب کی پیشکش کی لیکن آپ نے کوئی پیشکش قبول نہ کی۔ آپ نے اورینٹل کالج لاہور میں بحیثیت ایک پروفیسر کے خدمات انجام دیں۔ اورینٹل کالج سے سبکدوش ہونے کے بعد سکھر میں ڈیڑھ/دو سال تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

حکومت پنجاب نے آپ کو اوقاف بورڈ پنجاب کا صدر تعینات کیا آپ نے یہ فرائض نہایت خلوص اور دیانتداری سے انجام دیئے۔

جامعہ اطہر لاہور:

جامعہ اطہر کے نام سے انارکلی لاہور میں ایک ادارہ قائم کیا۔

سلسلۂ بیعت

مولانا مرحوم نے اپنے والد ماجد میر سید شاہ مصطفیٰ اندرابی سے روحانی تربیت حاصل کی سلسلہ قادریہ میں ان ہی سے بیعت ہوئے اور ان ہی کے خلفاء میں سے تھے۔ سلسلہ قادریہ کے علاوہ، سلسلۂ کبرویہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بھی اپنے ہی شیخ بزرگوار سے مستفید تھے۔

آپ نے مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی سلسلہ چشتیہ میں استفادہ کیا مگر ہر دو بزرگوں نے پہلی ہی بیعت و خلافت کو کافی سمجھا اور تجدید کی ضرورت پر اتفاق نہیں کیا۔

---

[1] کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد، منتخب دستاویزات ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۹ء، شفیق حسین مرزا، ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق و ثقافت، اسلام آباد ص ۲۰۔

علالت ووفات

تقریباً چار سال تک بلڈ پریشر اور ذیابیطس کے عارضہ میں صاحبِ فراش رہ کر ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء ۹ بجے شب راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی کشمیری نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مرکزی وصوبائی وزراء کے علاوہ بہت سے اہل علم نے جنازہ میں شرکت کی لاہور ریڈیو نے جنازے پر رواں تبصرہ نشر کیا۔ ماڈل ٹاؤن لاہور کے وسیع وعریض قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

خواجہ محمد امین دارلب نے سال ولادت ووفات اور عمر گرامی کی نشاندہی ایک ہی شعر میں کی ہے:

خاص خدائے ۱۳۰۶ھ نداده ومرده چراغ بزم علم ۱۳۹۳

زلیست وفانه ۸۷ شد بریں ختم حیات مستعار

دینی وعلمی خدمات

مولانا دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ممتاز علماء میں سے تھے۔ مولانا مرحوم منقسم وغیر منقسم ہندوستان میں بہت سے علمی اداروں کے اندر ممتاز مناصب پر کام کرتے رہے۔ آپ نے اصلاحی، تدریسی، تبلیغی، سیاسی اور علمی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ کے ان علمی کارناموں سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی طبیعت میں سیمابیت کی خاصیت تھی آپ کی زندگی متحرک اور کردار فعال رہا ہے آپ نے زندگی کے جس شعبہ میں جہاں خامی دیکھی وہیں اس کا تدارک کیا جہاں کہیں اسلام سے روگردانی کا پہلو نظر آیا فوراً اس کا محاسبہ کیا۔ آپ کے عمل کی بنیاد قرآن وسنت پر تھی، جو لکھا، جو عمل کیا، جو تبلیغ کی اس کی بنیادیں قرآن وسنت پر استوار کیں۔

یہاں پر ہم مولانا کی علمی خدمات اور ان کے قلمی کارناموں کا ذکر بالاختصار کریں گے مولانا کی تصانیف کے اندر ہمیں ایک تحقیقی شان نظر آتی ہے وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اسے قرآن، حدیث، فقہاء ومحدثین کے تحقیقی حوالوں کے ساتھ مضبوط بنیادوں اور استدلال کے ساتھ پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں

راقم الحروف بسلسلہ تحقیق مولانا میرک شاہ تلمیذ ارشد مولانا محمد انور شاہ کشمیری، مولانا میرک شاہ کے فرزند سید رشید احمد اندرابی بی/۲۱ ماڈل ٹاؤن لاہور کے ہاں مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۸۹ء کو گیا اور ۲۵ فروری ۸۹ء تک وہاں مولانا کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ دستاویزات کے مطالعہ میں مصروف رہا۔

مولانا کے ریکارڈ سے ایک فہرست تصانیف دستیاب ہوئی ہے جو مولانا نے کسی سوالنامے کے جواب میں جو ۱۷ر جنوری ۱۹۵۱ئہ کو ان سے کئے گئے بدست خود تحریر کی ہے اس میں مولانا نے مدلل کتب کا تذکرہ کیا ہے ۔

شمار	نام	فن	زبان	کیفیت
۱	ترجمہ اسفار اربعہ ۲ج	فلسفہ	اردو	اصل کتاب عربی میں ہے ۔ سارے ہندوستان میں اس کو حل کرنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں عثمانیہ یونیورسٹی کے لئے میں نے اس کا ترجمہ کیا جو چھپ چکا ہے ۔
۲	شرح موطا امام مالک	حدیث	عربی	
۳	عقیدۃ المحدثین فی حیوۃ النبیین	حدیث	اردو	اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے ۔
۴	شرح سبع معلقہ	ادب	عربی	ایسی شرح اس کتاب کی نہیں دیکھی گئی ہے
۵	شرح مسلم	معقول	اردو	
۶	ترجمہ اکفار الملحدین			
	نفع القاری وسامع فی	کلام	اردو	
۷	اختصاص الجمعۃ بالمصر الجامع			مبسوط ہے اور متضاد اقوال کی اصلیت نمودار کر دی گئی ہے
	احسنا المنجع فی حل	فقہ	اردو	اور حیرانی کو رفع کیا گیا ہے
۸	مالا لیسع	فقہ	اردو	مصر جامع کی تعریف سمجھنے میں جو پریشانی فقیہہ اور مفتی کو ہوتی ہے اس کا بہترین اور واقعی حل ۔
۹	حاشیہ محیط الدائرہ			
۹	حاشیہ محیط الدائرہ	عروض	عربی	اس میں صرف بحور ہی سے نہیں بلکہ فن کے رموز سے بھی لیز بحثیاں کی گئی ہیں ۔
۱۰	رسالہ در تحقیق تعدد جمعہ	فقہ	اردو	
۱۱	رسالہ احکام الکار ختم نبوت	″	عربی	
	رسالہ تخزی الکاذمن	فقہ	عربی	بلاد عرب سے آمدہ ایک سوال کا جواب
۱۲	در تحقیق کرعہ	حدیث	عربی	

نمبر شمار	نام	فن	زبان	کیفیت
۱۳	رسالہ درحکم ساب انبیاء	فقہ	عربی	
۱۴	کشف الاسرار	تصوف	اردو	
۱۵	لغات جدیدہ (عربی)	لغت	اردو سے عربی	
۱۶	رسالہ درتحقیق تناسخ	کلام	اردو	
۱۷	رسالہ دررد تثلیث	کلام	اردو	
۱۸	رسالہ درحکم سامعۃ الطلاق	فقہ	اردو	
۱۹	شرح چہل کاف	ادب	اردو	
۲۰	رسالہ درتحقیق تلفظ ضاد	تجوید	اردو	
۲۱	شرح قصیدہ بانت سعاد	ادب	فارسی	
۲۲	شرح قصیدہ غوثیہ	ادب	فارسی	

میرا طبعی رجحان تحقیق وتصنیف کی طرف زیادہ ہے اگر ملک کے مذاق نے مجھ سے یہ کام کما حقہ نہیں لیا تاہم کمال بے سروسامانی کی حالت میں حسب ذیل کام کر چکا ہوں یا کر رہا ہوں۔

۲۳	رسالہ درحکم مفقود	فقہ	اردو	مفقود کے بارہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ کا فقہی حل دارالعلوم دیوبند کے دارالفتاوی میں کام کرنے کے ایام میں میں نے لکھا۔ ہندوستان بھر میں اس سے قبل اس پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا تھا یاں اس کے بعد راستہ کھل گیا۔
۲۴	رسالہ درتنقید رسالہ محجوب الارث	فقہ	اردو	
۲۵	بے شمار فتاوی تحقیقی شان کے ساتھ مختلف مسائل ومباحث پر	فقہ ودیگر فنون کے متعلق	اردو عربی وفارسی میں	
۲۶	قصائد وغزل	کثرت سے	اردو میں شاذ ونادر	

کیفیت	زبان	فن	نام	نمبر شمار
	مختلف زبانوں میں	مختلف موضوعات	مقالات و مضامین جو ماہانہ رسائل وغیرہ میں شائع ہوئے یا ہوتے ہیں جو عموماً مذہبی ہوتے ہیں یا سیاسی اور یا ادبی	۲۷
	اردو	تفسیر	تفسیر قرآن کریم	۲۸
	کشمیری	تفسیر	ترجمہ قرآن	۲۹
	فارسی	تصوف	ترجمہ کشف الاسرار	۳۰
	اردو	فقہ	رسالہ فزل السعداء	۳۱
	اردو	فقہ	رسالہ انعام عید	۳۲
اس رسالہ میں ان شکوک کا جواب دیا گیا ہے جن کا ماحصل ذبح قربانی کو بند کرانا تھا۔	اردو	فقہ و حدیث	قربانی	۳۳
قرآن پاک کی ہر آیت کا مختصر حل	اردو	تفسیر	فوائد القرآن	۳۴
علمی رنگ میں اس فن کے طرق بیان کئے گئے ہیں	اردو	فقہ	علم الحروف	۳۵

مولانا احمد رضا بجنوری رقمطراز ہیں:

"مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و تبلیغی کالج کرنال و پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، جلیل القدر محدث، مفسر، محقق متبحر اور عربی زبان کے بلند پایہ ادیب ہیں"[۱]

[۱] انوار الباری، شرح اردو صحیح البخاری: احمد رضا، سید، بجنوری۔ مکتبہ ناشر العلوم ۱۹۶۲ء حصہ دوم ص ۲۵۶۔